

عرفان حق

حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی

ادارہ معارف شاد باغ لاہور پاکستان نغمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاتَّبِعُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ
ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک رسائی کا وسیلہ تلاش کرو۔

عرفان حق

حکیم سید الدین احمد قادری خوشحالی

ادارہ معارف و ابحاث

شاد باغ لاہور پاکستان

سلسلہ اشاعت نمبر ۵۱

ہم کتاب _____ عرفانِ حق
از _____ حکیم سید امین الدین احمد قادری خان خوشمالی
سین اشاعت _____ نومبر ۱۹۹۲ء
شرف اشاعت _____ ادارہ معارفِ نعمانیہ لاہور
تعداد بار اول _____ ۱۱۰۰
مطبع _____ طیبہ پرنٹرز لاہور

نوٹ

- ۱۔ شائقین علم ۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے طلب فرمائیں۔
- ۲۔ اگر کوئی صاحب چھپوا کر فری تقسیم کرنا چاہیں تو من و عن چھپوا سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ

ادارہ معارفِ نعمانیہ ۳۲۳۔ شاد باغ لاہور کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰
پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حمدِ باری تعالیٰ

کونین کے چمن میں ہے رنگ و نور تیرا
جو کچھ ہے دو جہاں میں سبھے ظہور تیرا
مخلوق کی زباں پر حمد و ثناء ہے تیری
ہے دل کی وسعتوں میں مسکن ضرور تیرا
دنیا کی زندگی سے محشر کی زندگی تک
بندوں کو آسرا ہے رب غفور تیرا
تنویرِ علم سارے عالم کو مل رہی ہے
پیغام لیکر آئے جب سے حضور صلی علیہ وسلم تیرا
عرفانِ حق کی مستی حاصل ہے تیرے دل کو
قائم رہے ابد تک صادق سرور تیرا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نعت شریف

ہر دو عالم کے دلربا تم ہو	بزم کوئین کی ضیا تم ہو
رحمت حق کا آئینہ تم ہو	مصطفیٰ تم ہو مجتبیٰ علیہ السلام تم ہو
کتنے خوش رنگ خوش ادا تم ہو	تازگی تم سے ہے گلستاں میں
میری کشتی کے ناخدا تم ہو	غم کے طوفان میں تو کیا غم ہے
بے سہاروں کا آسرا تم ہو	بے نواؤں کی ہے نوا تم سے
بندۂ عشق کی صدا تم ہو	بندہ پرور کرم کی ایک نظر
ایسے بیمار کی دوا تم ہو	جس کا درماں نہ ہو زمانہ میں
جس کی بخشش کا آسرا تم ہو	وہ گنہگار ہوں میں دنیا میں

سرورِ انبیا علیہ السلام کی قسم
قلبِ صادق کا مدعا تم ہو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ابتدائیہ

تصوّف تلاشِ حقیقت کے عمل کا نام ہے۔ علم باطن تصوّف کی بنیاد ہے اور عشق و محبت اور حصولِ رضائے الہی اُس کا اصل مدعا۔ علم و عمل، عرفانِ ذات اور خود آگہی کے ذریعہ حقیقت تک پہنچنا تصوّف کی معراج ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں: ”شریعت پھول شمع است کہ راہ مے نماید۔ پھول در راہ آمدی ایں رفتن تو طریقت است و پھول بمقصود رسیدی آں حقیقت است۔“

- بعض حضرات کا خیال ہے کہ صرف ادا و نوا ہی شریعت کا پابند ہونا تصفیّۂ قلب اور تزکیہ نفس کے لیے کافی ہے اور کسی شیخِ کامل کی صحبت کی ضرورت نہیں۔ صوفیہ کرام رحمہم اللہ کا بھی انکار کرنے والے ہر ایک زمانہ میں موجود رہے ہیں چنانچہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ جیسے محدث نے بڑے زور شور سے بڑے بڑے اکابر اہل عرفان حتیٰ کہ جنسید و شبلی رحمہما اللہ جیسے ائمہ طریقت کی ان الفاظ میں تردید کی کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان صوفیہ نے شریعت کی بساط کو لپیٹ دیا ہے کاش یہ لوگ طریقہ صوفیہ کی پیروی نہ کرتے۔

امام عبدالوہاب شمرانی نے دیباچہ لواقع الانوار میں لکھا ہے کہ گردہ صوفیہ کے خلاف ہر زمانہ میں برابر صفت آرائی ہوتی رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مقام تک ان لوگوں کی ترقی اور رسائی ہو جاتی ہے عامہ عقول اس کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں مگر یہ لوگ اُن منکرین کی کچھ

پردہ نہیں کرتے بلکہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کے علوم ہرگز شریعت سے باہر نہیں ہیں۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے چونکہ شریعت ہی تو ان کے لیے وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے اور وہ ایک ان کے لیے بھی طریق شریعت سے علیحدہ نہیں ہو سکتے چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل تصوف کا علم کتاب و سنت کے ساتھ مضبوط کیا گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کا قاعدہ تھا کہ فقہ کے دقیق سے دقیق مسائل کو بغرض استفسار شیخ وقت ابو حمزہ بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا کرتے اور شیخ کے جوابات سے پورا پورا اطمینان حاصل کرتے تھے۔

امام ابو العباس بن شریح جب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بعد مصاحبت و گفتگو کے فرمانے لگے کہ اس شخص کا کلام نہایت دقیق ہے جس کا سمجھنا آسان نہیں البتہ اس میں ایک غیر معمولی حشمت و شوکت بھی مضمر ہے جو کسی جھوٹے مدعی کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔

محدث ابو عمران رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حیض کے متعلق چند ایک دقیق سوالات میں آپ کا امتحان لیا تو آپ نے ساٹھ ایسے مسائل کا اضافہ کیا جن کی نسبت ابو عمران کا بیان ہے کہ انہیں پہلے ہرگز علم نہ تھا۔

شیخ عز الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ جو شاہیر علماء میں سے ہیں قبل از مصاحبت مشائخ کرام نہایت اصرار و تعصب سے کہا کرتے کہ یہ کیا بدعات ہیں جو اس فرقہ صوفیانے پھیلانی ہیں۔ بھلا کتاب و سنت کی پیروی کے علاوہ کوئی اور بھی طریقہ ہو سکتا ہے مگر جب ایک موقع پر دمیاط مصر میں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء مثلاً شیخ تقی الدین ابن دقیق العید اور شیخ مکین الدین محدث کی مجلس میں آپ کو حاضر ہونے کا موقع ملا تو امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ تصوف کی بعض

عبارات پر گفتگو ہونے لگی اتنے میں شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے چونکہ آپ متاخر وقت میں سے تھے سب استدعا کی کہ آپ اس کے متعلق کچھ فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس قدر ماہرین کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے میرے بولنے کی کیا ضرورت ہے مگر بار بار کے اصرار پر آپ نے اُن مقامات کی ایسی تشریح کی کہ شیخ عز الدین بلا اختیار پیکار اٹھے۔ سنو! سنو! یہ کلام تو الہامی معلوم ہوتا ہے اور اس سے حقانیت کے انوار چمکتے نظر آتے ہیں۔

کتاب طبقات (شعرانی) میں ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخر الدین رازی، صاحب تفسیر کبیر کو ایک رسالہ ارسال کیا جس میں انہوں نے امام کے علم و فضل کے مرتبہ کو تسلیم کر کے انہیں بعض علوم میں بے خبر ثابت کیا اور کہا ”میرے بھائی خدا ہمیں توفیق تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اہل حقیقت کے نزدیک انسان کامل العلم نہیں ہوتا جب تک وہ منقولات و معقولات کی اصطلاح پرستی سے آگے نکل جائے چونکہ جو شخص محض تقلیدی طور پر اپنے اساتذہ کے علم تک محدود رہتا ہے اور جزئیات کی چھان بین میں اپنی عمر عزیز کو ضائع کر دیتا ہے وہ مقصودِ اصلی یعنی حصولِ رضا الہی سے ہٹ جاتا ہے۔

عزیز من اگر تو کسی اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھ کر حقیقتِ شریعت سے آگاہ ہو تو وہ تجھے بہت جلد شہودِ حق کے مرتبہ تک پہنچا دے گا جس سے تجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے علومِ حقیقت عطا ہونے لگیں گے۔

لہذا ضروری ہے کہ تو وہ علم حاصل کر جس سے تیری ذات کو کمالِ حقیقی حاصل ہو اور جو مرنے کے بعد تیرے ساتھ ہو اور یوں کہو کہ اصلی علوم وہی ہیں جو وہی طور پر اور بطور شاہدہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عارف علم کتنا کموز سے واقف ہوتا ہے وہ اسرارِ الہی کے حقائق اور دقائق کو آشکارا کرتا ہے۔ عارف عشقِ الہی میں کھو جاتا ہے

اور اٹھتے بیٹھتے، سوتے اور جاگتے اُسی کی قدرتِ کاملہ میں محو اور متحیر رہتا ہے۔ عارفِ پرہیزگار کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ اس میں ایسا متغرق ہو جاتا ہے کہ اگر ہزار فرشتے بھی اس سے مخاطب ہوں تو وہ اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوتا عالمِ ملکوت میں خداوند تعالیٰ کی بارگاہِ مقربین پر اس کی نظر پڑتی ہے۔

ہمارے سلسلہ طریقت کے مورثِ اعلیٰ قطبِ العالم، بدر الملت والدینِ فخر العارفین حضرت مولانا عبدالحی صاحب چالگامی قہر سہ العزیز کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ڈپٹی مستفیض الرحمن خاں صاحب ایم اے اور ڈپٹی صالح احمد صاحب آپ کے یہ دونوں مرید دربارِ عالی کے لیے روانہ ہوئے کشتی میں ڈپٹی مستفیض میاں نے فرمایا حضرت کا تبحر علمی بے پایاں ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے کونسا علم ہے جس پر گفتگو نہیں کر سکتے۔ تمام علوم اور علوم کے دقائق ہمارے حضرت کے سامنے ایسے ہیں جیسے کوئی بہتا ہوا پانی۔ ڈپٹی صالح احمد صاحب نے کہا یہ درست ہے اور مشاہدہ بھی یہی ہے۔ بے شک علومِ قدیمہ خصوصاً علومِ اسلامیہ و دینیہ میں آپ کا نحر اور تفوق ایک حقیقتِ مسلمہ ہے لیکن سائنس جو زمانہ حال کے علومِ جدیدہ سے ہے اس کے بارہ میں آج تک کچھ نہیں سنا گیا ڈپٹی مستفیض خاں صاحب خاموش ہو گئے۔

جب یہ دونوں انگریزی تعلیم یافتہ جوانانِ صالح حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے صرف ڈپٹی صالح احمد صاحب کو مخاطب فرمایا اور ارشاد ہوا میاں صاحب! آؤ آج کچھ سائنس کی بات چیت کریں راستہ کی یہ گفتگو صرف ان دونوں صاحبوں تک محدود تھی اور کسی کو اس گفتگو کا علم نہیں تھا اس کے بعد آپ نے سائنس کے مسائل ہوا اور پانی سے ابتدا کر کے پھر جو سلسلہ کلام شروع فرمایا تو یورپ کے جدید سائنس کے مہمات و معلومات اور انتہائی مشکل مسائل کو احاطہ تقریر میں سمیٹ لیا اور سائنس کی معلومات و انکشافاتِ جدیدہ پر ایک ایسی بسیط و جامع و مانع تقریر فرمائی کہ یہ معلوم ہوا کہ ایک بحرِ موج ہے جس کی موجیں یکے بعد دیگرے اٹھتی چلی آرہی ہیں بہت دیر تک یہ سلسلہ تقریر جاری رہا۔

یہاں تک کہ ظہر کے بعد سے اب نماز عصر کا وقت آگیا نماز عصر کے لیے آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مصلے پر تشریف لے جاتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ہمارے قلب میں خیالاتِ علمیہ موج در موج لیے اٹھ رہے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے آؤ بس نماز عصر پڑھ لیں اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عارف باللہ کو تمام علوم دینیہ و دنیویہ پر کامل قدرت اور دست گاہ حاصل ہوتی ہے۔

صاحب جامع الماہول لکھتے ہیں کہ اندرونی نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک و صاف ہونا اور نماز کو حضور قلب اور خشوع و خضوع سے ادا کرنا جس کو حدیث جبرائیل میں لفظ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس میں "أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ" (یعنی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر گویا تو ربِّ ذوالجلال کو دیکھ رہا ہے) کی طرف اشارہ ہے بغیر تربیتِ شیخِ کامل کے ممکن نہیں ہے چونکہ شیخ ہی اندرونی امراض کا مہرقت اور ان کے طریقہ معالجہ کی مہارت رکھتا ہے یہ بات صرف امراض کا علم حاصل کر لینے اور کتابوں کے ذخائر پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

اولیاء اللہ اپنے پیروکاروں کے قلب و دماغ اور ارگ و ریشہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کا ایسا داعیہ پیدا کرتے ہیں کہ ان کی نظروں سے ماسوائے اللہ معلوم ہو جاتا ہے اور وہ ہر لمحہ دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کر کے اصرارِ مشاہدہ حق میں مشغول رہتے ہیں۔ میری یہ مینوں تقاریر بعنوان تصوف حقیقت، شائع اولیاء اور جواز بیعت جن کے مجموعہ کا نام میں نے "کوفان حق" رکھا ہے ان کو پڑھئے، سمجھئے اور غور کرنے سے تصوف کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اولیاء کی محبت، عظمت، عبودیت، مرتبت بالخصوص ضرورت بیعت کا احساس دلوں میں جاگ بید ہو رہا ہے۔ کھرے امر کھوٹے کا فرق اصلی اور جعلی کا امتیاز، صحیح راہروں کی پہچان اور شناخت کا طریقہ اور سلیقہ معلوم ہوتا ہے۔

نیز ان مضامین کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج گونا گوں مصائب و آلام

اور پریشانیوں میں گھری ہوئی دنیا کے لیے فلاح و نجات کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ
اوامر و نواہی کی پابندی اور سنتِ رسول ﷺ کے اتباع کے ساتھ اولیاء اللہ کے دامن
سے وابستہ ہو جائیں جن کے بارے میں باری تعالیٰ جَلَّ شَانُهُ کا ارشاد ہے ۔

الْآنَ أَوْلِيََاءُ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا
وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ عَارَفُوا رُحْمَىٰ
عَلَيْهِ الرِّحْمَةُ نَعْنِي كَيْفَ خُوب كِهَا هـ

فیض حق اندر کمال اولیاء نور حق اندر جمال اولیاء

ہر کہ خواہد شیشی با شدا اوشیند در حضور اولیاء

چوں شوی دور از حضور اولیاء

در حقیقت گشتہ دور از خدا

میری یہ مینوں تقاریر اپنے دادا بیر سلطان العارفین برہان الواصلین، سند الکاملین،
شمع المقربین، سلطان الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد شیشا صاحب قدس سرہ العزیز کے
عرس مقدس کی محافل (منعقدہ بمقام چلہ گاہ شریف موضع بہار گڑھ۔ ضلع مظفر نگر یو۔ پی۔
(انڈیا) میں ہوئی تھیں۔

اُن محافل میں میرے پیر و مرشد بدر اللامائل، سید الافاضل بحر العلوم طاہری و باطنی، مولانا
کرم، فرید العصر، شمس العارفین، زینت السالکین مرشدی و مولائی حضرت قبلہ الحاج خواجہ صوفی
محمد خوشحال شاہ صاحب مظلہ العالی۔

اول

میرے سلسلہ طریقت کے عظیم محترم پیشوائے واصلین، مقتداۃ عاشقین و اقب راز

حقیقت، دانائے سر و حدت، آشنائے رموز معرفت حضرت قبلہ الحاج خواجہ صوفی
محمد تقی اللہ شاہ صاحب ظلہ العالی

بھی

موجود تھے اور ان حضراتِ محترم نے ان تقاریر کو پسند فرمایا اسی بنا پر ان تقاریر کو شائع
کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

آخر میں بارگاہِ رب العزۃ میں دست بدعا ہوں کہ باری تعالیٰ مجھ عاصی بیچ مداں اور
جملہ مسلمانوں کو بالعموم اور طالبانِ حق اور شنکمانِ معرفت کو بالخصوص ان تعلیمات پر عمل پیرا
ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین طہ و سلیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

○══ احقر العباد (حکیم) سید امین الدین احمد قادری جہانگیری خوشحالی عفی عنہ
(خلف)

○══ استاذ الاطباء مولانا حکیم شہاب الدین احمد صاحب مرحوم مغفور

تقریظ

(۱)

حضرت بدرالامثال، سیدالافاضل، بحر العلوم ظاہری و باطنی، معدن کرم، فرید شمس العارفین
زینت السالکین، مرشدی، مولائی و آقائی مولانا الحاج خواجہ ضوفی محمد خوشحال میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ
چلہ گاہ شریف، مورنا، بہار گڑھ ضلع مظفرنگر، یو۔ پی۔ انڈیا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على سيدنا
وحنينا وجيبنا وشفيعنا ومولانا محمد وعلى آله واصحابه وازواجه واهل
بيته واوليائه ائمه اجمعين۔ اما بعد فقد قال الله تعالى في القرآن المجيد
اعوذ بالله من الشيطان الرجيم "وَبُزِكَ بِهِم"

مندرجہ بالا آیت شریفہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو رہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم کی بعثت کا ایک اہم مقصد منجملہ اور امور کے تزکیہ نفس بیان کیا گیا ہے۔ اسی کا نام تصوف
ہے جس کو ولایت کہیں یا معرفت، یہی خصوصیت مذہب کی رُوح، اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے
جس کی اساس شریعت ہے اور جس کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے۔

اسی نظام تزکیہ نفس و اخلاق اور سلوک کے پڑھ وہ حضرات ہیں جن کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے
اور جن کی ساری زندگی میں کتاب و سنت کی عملی تصویر نظر آتی ہے۔

یہی وہ بکمال ہستیاں ہیں جن کی شان میں باری تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا ہے۔

”بلاشبہ اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے نہ غم“ اور جن کے بارے میں سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”اتَّقُوا فِرَاسْتَ الْعَوْمِ اِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ“ مردِ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کے قلوب کو حق جل شانہ کا مقام کہا گیا ہے۔
 حکیم سید امین الدین احمد کی یہ نورانی و عرفانی تالیف ”عرفانِ حق“ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں تصوف کے حقائق و معارف — اویار اللہ کی شان و عظمت — اور جوازِ بیعت و ضرورتِ مرشد کو نہایت خوب پیرایہ میں قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔
 میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک جناب محمد مصطفیٰ احمد علیہ التیمۃ و التناہ کے صدقہ میں مولف کی اس سعی و کوشش کو منظور و مقبول فرمائے اور اس کتاب کو مقبولِ عوام و خواص فرمائے۔ آمین!

مُحَمَّدُ حَوْشَا لَہُ

چلہ گاہ ● بہار گڑھ ● مظفرنگر (لوہ-پی)

۸

حکیم

✓

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”تفہیم“

(۲)

حضرت پشورائے واصیلین، مقتدائے عاشقین، واقف از حقیقت، دانستہ سر و حد
آشنا بر موز معرفت، علم محترم (فی الطریقت) قبلہ الحاج خواجہ فقیر صوفی محمد نقیب شاہ صاحب طلبہ العالی
قادر مئی سہروردی چشتی نقشبندی، ابوالعلائی آستانہ عالیہ نقیب آباد شریف تحصیل قصور۔ لاہور پاکستان
الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی رسولہ مُحَمَّدٍ وعلی
آلہ وصحبہ و اہل بیتہ اجمعین۔

آما بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالایا ہوا اسلام ایک ایسا متحرک فعال اور کشادہ
نظر مذہب ہے جس کی بنیاد ارکان خمسہ پر قائم ہے اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ وَاَنْ لَّعْنَتُکُنَّ
تَرَاہُ فَاِنَّہُ یَوَاکُّ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو
کے تو کم از کم یہ ضرور سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

یہ حدیث پاک ان ارکان میں روحانیت کا تصور پیدا کر کے مومن کو مرکز نظر کی وحدت سے
روشناس کراتی ہے۔ بزرگان دین نے اس تصور کی تحصیل کے لیے مختلف قسم کے اشغال
متبعین فرما کر اس راہ کو بہت آسان کر دیا ہے۔ لیکن یہ بات شیخ کامل سے وابستگی اور اس کے
بتائے ہوئے طریقہ پر گامزن ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

جس طرح دیگر فنون کے حصول کے لیے لوگ کالجوں اور درس گاہوں میں داخلہ لیکر ان
علوم و فنون کے اساتذہ سے باقاعدہ تحصیل علم کرتے اور جدوجہد کرتے ہیں اسی طرح تعلق باللہ قائم
کرنے اور مشاہدہ حق کے مرتبہ پر پہنچنا بغیر اہل اللہ کی صحبت و معیت، ان کی رشد و ہدایت اور ان کے

فرمودہ طریقوں پر عمل کرنے کے کس طرح ممکن ہو سکتا ہے
 حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی نے اپنی تالیف ”عرفانِ حق“ میں تصوفِ حقیقت اور
 معرفت کو قرآن و سنت کی روشنی میں اولیاء اللہ کی شان و عظمت کے حوالے سے بڑی تفصیل کیا تھا
 نہایت خوبصورت اور مثل پیرایہ میں پیش کیا ہے اور آخر میں جوازِ بیعت یعنی کسی ولی کامل کے ساتھ
 نسبت قائم کرنے اور اس کے دامن سے وابستہ ہونے کی ضرورت اور اہمیت کو کلامِ پاک،
 آیاتِ مقدسہ، احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ اولیاء کرام کی روشنی میں بیان کیا ہے۔
 میری دعا ہے کہ اللہ کریم مؤلف کی اس سعی و کاوش کو اپنی بارگاہ میں منظور اور مقبول فرمائے
 آمین! بجاءِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ذکاء گو
 صوفی نقیب اللہ شاہ



پیش گفتار

(۳)

از محقق عصر حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی،
 مدبرِ صدرِ رسولِ پاک را آنکہ ایمانِ داؤدشتِ خاک را
 مخدومی جناب حکیم سید امین الدین احمد شاہ ظلم عالمی خلف الرشید اُستادِ الاطباء حضرت مولانا
 حکیم سید شہاب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ الرشید
 مسیح الملک حکیم حافظ محمد اسلم خاں رحمۃ اللہ علیہ نے مخلوقِ خدا کی اصلاح و فلاح
 کی خاطر بہت سی دینی اور روحانی کتب تالیف کی ہیں جو اہل علم و دانش میں مقبول ہیں
 چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں

- ① اوامرو نواہی
 - ② آداب دین
 - ③ تذکرہ امام اولیا حضرت علی جویری قدس سرہ
 - ④ تذکرہ صوفیہ نقشبندیہ
 - ⑤ تذکرہ حضرت منصور صلاح علیہ الرحمۃ وغیرہم
- حضرت سید صاحب زید علم، علمی دنیا کے علاوہ اہل صفا کے گردہ میں بھی جانی پہچانی
 شخصیت ہیں (ماشاء اللہ تعالیٰ)
- حضرت سید صاحب قبلہ کے تین مقالات
 تصوفِ حسیّت • شانِ اولیا • جوارِ بیعت میرے پیش نظر ہیں۔

ادارہ معارفِ نعمانیہ شاد باغ لاہور جو ان روحانی و نورانی تحریروں کو یکجا طور پر چھاپنے کی سعاد
 حاصل کر رہا ہے۔ اس ادارہ کے ایک رکنِ رکن الحاج حافظ جناب محمد قیاض صاحب قادری سلمہ
 نے فرمائش کی ہے کہ زیرِ نظر مجموعہ موسوم بہ ”عرفانِ حق“ کے آغاز میں کچھ لکھوں، لیکن حقیقت یہ

ہے کہ جب حکیم سید امین الدین احمد شاہ صاحب دہری جہانگیری خوشحالی کا نام نامی واسم گرامی آجاتا ہے تو کسی تعارف و تبصرہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ بہر حال ان مقالات کے موضوع کی مناسبت سے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ان مقالات کی افادیت و اہمیت گزشتہ زمانوں سے آج کہیں زیادہ ہو گئی ہے۔

صوفیہ کرام رحمہم اللہ انسان نما حیوانوں کی عاداتِ رذیلہ اور خصائلِ ناپسندیدہ کو زائل کر کے انہیں عظمتِ انسانیّت اور احترامِ آدمیت کی تلقین فرماتے ہیں، بلکہ چرندوں اور پرندوں کے علاوہ درندوں پر بھی رحم کرنے کا درس دیتے ہیں اور ان کی تعلیماتِ مقدسہ سے متاثر ہو کر انسان بندوق سے دست بردار ہو کر حق پرست ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ قوم کو درپیش شرمناک مسائل کا واحد حل تصوف اور تعلیماتِ صوفیہ ہی ہے۔ اس دور میں علماء حق کی طرح صوفیہ صافیہ بھی کمیاب ہو گئے ہیں۔ اس پُرقتن زمانے میں اولیاء اللہ کے مقامات و کمالاتِ عالیہ، ان کی تعلیمات سے آگاہی اور ان کے ذکرِ سعید سے بھی راہنمائی اور سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ ع

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

میری دُعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیبِ حبیب، محسنِ انسانیّت، رحمۃ اللّٰعلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں فاضلِ مصنف کو اس روحانی تالیف پر وقت صرف کرنے کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ناشرین کو جزائے خیر سے نوازے۔ نیز قارئینِ کرام کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور وہ مجسمۂ اخلاق بن کر قاسمِ حسنات و خیرات نظر آئیں اور اس حقیرِ تقصیر کے گناہ معاف ہوں اور اہل حق کے غلاموں کے ساتھ شہر ہو۔

آمین ثم آمین! بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
خاکِ راہِ دردمنداں محمد موسیٰ عفی عنہ، لا ہو
داتا کی نگری ۲۲، محرم الحرام ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۴ جولائی
۱۹۹۲ء

تقریظ

(۴)

حضرت علامہ، مولانا، مفتی محمد عبداللطیف صاحب مجددی خطیب جامع
مسجد حنفیہ غوثیہ شاد باغ لاہور۔

فقیر نے رسالہ "تصوف چیت" اول تا آخر دیکھا۔ اپنے موضوع پر مختصر ہونے کے
باوجود نہایت نفیس دلائل سنیہ سے مزین، اہل نظر کی آنکھوں کی ٹھنڈک، غافلین کے لیے
تنبیہ، منکر اگر تعصب سے بالاتر ہو کر مطالعہ کرے تو امید ہے کہ انکار چھوڑ دے۔
اللہ کریم مخدوم اہل سنت حضرت حکیم سید امین الدین احمد شاہ صاحب مدظلہ کی
سعی قبول فرمائے۔

(محقق عبد اللطیف مجددی)

تصوف چیست؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”تصوف چیست؟“

غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”صوفی وہ ہے جو اپنے مقصد کی ناکامی کو خدائے تعالیٰ کا مقصد جانے، جو اپنی مراد کو مراء حق کے تابع کرے اور ترکِ دنیا کر کے مقدرات کی موافقت کرنے لگے یہاں تک کہ وہ خادم بنے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں وہ فائز المرام ہو جائے تو ایسے شخص پر خدا کی جانب سے سلام آنے لگے گا اور اُس پر سلامتی نازل ہونے لگتی ہے۔“

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوف کی یہ تعریف بیان کی ہے: ”اعتقاداتِ صحیحہ اور فرائض و سنن کی پابندی کے ساتھ تمام اخلاقِ رذیلہ سے علیحدگی اور جملہ اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہونے کو تصوف کہتے ہیں۔“

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام تعلقات سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر رہنے کو تصوف کہتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نفس کو لازمِ عبودیت کی مشق کرنا ہی تصوف ہے۔

حضرت بہری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت مختصر الفاظ میں تصوف کی یہ تعریف کی ہے کہ اخلاقِ حسنہ کا نام تصوف ہے۔

حضرت ابوبھض مدنی شاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن میں آدابِ شرعیہ کے ساتھ قائم

ہونے کو تصوف کہتے ہیں اس طرح کہ اُن کا اثر ظاہر سے باطن اور باطن سے ظاہر پر پہنچ جائے۔
حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق برتنے اور مخلوقات کے ساتھ خُلُق برتنے کو تصوف کہتے ہیں۔

سید الاولیاء حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اخلاق و معاملات کو مہذب بنانا اور اپنے باطن کو شرک و کفر کی آلودگیوں اور نجاستوں سے پاک کرنے کا نام تصوف ہے۔
لفظ صوفی کے ماخذ کے متعلق بھی اولیاء کرام کے نظریات مختلف ہیں۔ چنانچہ بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی خاطر پاک و صاف ہو“ بعض کا قول ہے کہ انہیں صوفی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خدائے عزوجل کے حضور میں پہلی صف میں ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کے اوصاف اُن اہل صفہ کے اوصاف سے ملتے جلتے ہیں جو عہد رسالت میں تھے۔

کسی نے اس کو صفائے مشفق کہا ہے تو کسی نے اس کا تعلق یونانی لفظ سوف سے جوڑا ہے جس کے معنی عرفان کے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے اور اس رائے سے ابن خلدون بھی متفق ہیں کہ انہیں صوف پہننے کی وجہ سے صوفی کہا گیا ہے چونکہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اون کی موٹی کھردری کلی اوڑھتے تھے اس لئے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی لباس کو اختیار کیا۔

لفظ صوفی اور تصوف کی اصطلاح کی تاریخ کے متعلق بھی اقوال مختلف ہیں۔ اگرچہ بعض کا قول ہے کہ اسلام میں تصوف ایک زائیدہ لفظ ہے اور صوفی کا لقب اہل بغداد کی ایک علامہ ابو نصر عبد اللہ بن علی السراج الطوسی رحمۃ اللہ علیہ اس لقب کو اہل بغداد کی ایجاد نہیں سمجھتے بلکہ ان کو نہایت قدیم زمانہ میں اس کا سراغ ملتا ہے چنانچہ موصوف اپنی تصنیف ”منیف“ کتاب الملع میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ نام مشہور تھا جنہوں نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت کا زمانہ مبارک پایا تھا۔ موصوف یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ میں نے طواف کے دوران ایک صوفی کو دیکھا اور ان کو کچھ دینا چاہا مگر انہوں نے نہیں لیا۔ نیز موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک کتاب جس میں اخبار

مکہ جمع کئے گئے ہیں محمد بن اسحق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگوں سے روایت ہے کہ اسلام سے پہلے کسی وقت میں مکہ خالی ہو گیا تھا یہاں تک کہ کوئی شخص خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرتا تھا اُس وقت کسی دور دراز ملک سے صرف ایک صوفی آتا تھا اور طواف کر کے واپس چلا جاتا تھا۔ پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبل از اسلام یہ نام مشہور تھا اور اُس کی طرف اہل اصلاح منسوب کئے جاتے تھے لیکن جہاں تک تاریخی روایتوں سے ثابت ہے اسلام میں سب سے پہلے ابو ہاشم صوفی کو یہ خطاب ملا جنہوں نے سلسلہ میں وفات پائی۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کے علاوہ اور کوئی لقب کجا نہیں ہوا کیونکہ شرف صحبت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہو سکتا تھا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کو وہ عظمت اور خصوصیت حاصل ہے کہ جس شخص کو یہ عزت حاصل ہو اس کو کوئی دوسرا خطاب جو اس سے بڑھ کر ہو نہیں دیا جاسکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زہاد، عباد، متوکلین، فقرا صوفیا، اہل رضا، اہل صبر اور اہل تواضع کے امام ہیں اور ان کو یہ رتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے حاصل ہوا اس لئے زمانہ باسعادت میں مومن کے لئے کوئی لفظ صحابی سے زیادہ افضل نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ اُس وقت کے افاضل اسی لقب سے موسوم ہوئے اُس کے بعد ان صحابیوں سے صحبت یافتہ حضرات کیلئے تابعین کی اصطلاح وضع ہوئی۔ اور اُن کی صحبت پانیوالے تبع تابعین کہلائے۔

اُس کے بعد جب امت زیادہ پھیل تو بزرگان دین زہاد اور عابد کے نام اور لقب سے ممتاز ہوئے لیکن زہد و عبادت کا دعویٰ ہر فرقہ کو تھا یہاں تک کہ اہل بدعت کو بھی تھا۔ اُس وقت اہل سنت کے طبقہ خاص نے جو ذکر الہی میں مشغول اور غفلتوں سے دور رہتا تھا اپنے لئے اہل تصوف کی اصطلاح قائم کی اور صوفی کہلائے اور یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا۔ لیکن بعض نگار حضرات زمانہ باسعادت کے بعد ہونے کی وجہ سے اس طریقہ کو بدعت کہتے ہیں اس اعتراض کے جواب میں مولانا عبد الماجد دریابادی فرماتے ہیں۔ ”اگر تصوف صوفی اور دوسری اصطلاحات بدعت کے لغوی مفہوم کے لحاظ سے بدعت ہی میں داخل بھی جائیں تو پھر تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ و کلام آج جو اشار اللہ

دفتر کے دفتر موجود ہیں عہد رسالت میں یہ کہاں تھے اور سب کو جانے دیجئے براہِ راست رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو لیجئے آج حدیث کے متون ہی کا کتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ پھر ان کی شرحیں ہیں۔ ان کی تسہیل کئے مستقل لغات ہیں۔ رجال کا ایک مستقل فن ہے۔ احادیث کے جانچنے پرکھنے، روایت و درایت کے قانون اضابطے میں سینکڑوں کی تعداد میں مصطلحات فن میں ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں یہ نہ تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلوہ اور روزِ مرہ کی گفتگو حدیث تھی اور آپ کا ہر چھوٹا بڑا عمل سنت تو کیا اب کوئی اس بنا پر حضرات محدثین کی ساری کاوشوں اور کوششوں کو بدعت کہہ دینے کی جرأت کرے گا۔

اسی طرح حضرات فقہاء کی ساری موثکافیاں، قیاس و اجماع کی بحثیں، استقراء اور استنباط کا طریقہ اجتہاد کے مسائل، عبارت و اشارت اور دلالت النص کی قسمیں اور دلالت النص کی قسم کی سینکڑوں اصطلاحیں دورِ نبوی میں کہاں تھیں اور کیسے ہو سکتی تھیں تو کیا بخاری مسلم ترمذی امام ابو داؤد کی طرح حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی، امام مالک و امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور اثنی عشری، اور طحاوی رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی جانفشانیوں کو بھی ضائع قرار دینے اور بدعت کے حکم میں لانے کی جرأت کر کے شریعت ہی کے ایک بہت بڑے حصہ سے انکار کر دیا جائے گا؟ اور تو اور خود قرآن مجید اس مکتوبی شکل میں اعواب و علامات وقف سے مزین پاؤں، صورتوں، رکوعوں اور آیتوں کے ساتھ مدون عہد رسالت میں کیجا کہاں موجود تھا؟ آگے چل کر مولانا عبد الماجد دیربادی مزید فرماتے ہیں:

غرض یہ کہ جو حال فقہ حدیث تفسیر اور جملہ علوم شرعی ظاہری کا ہے کچھ ایسا ہی حال علوم باطن یعنی سلوک و تصوف کا ہے۔ عہد نبوی میں بیشک نہ لفظ تصوف رائج تھا نہ صوفی نہ ذکر و شغل، حال و مقام، مکاشفہ اور مراقبہ کی وہ سینکڑوں اصطلاحیں مروج تھیں جن سے کتب فن لبریز ہیں لیکن خود مرشد اور شیخ اور بیعت و مترشد بھی اس اصطلاحی معنی میں خود فن حدیث ہی کہاں موجود تھا نہ کوئی اہل الرجال کے نام سے آشنا تھا نہ جرح و تعدیل کے اصول و ضوابط سے نہ ضعیف اور موضوع، متواتر اور مشہور، صحیح اور حسن کی اصطلاحیں مقرر ہوئی تھیں۔

لیکن اگر لفظ و اصطلاح کی بحث سے گزر کر نفسِ حقیقت اور اصل مدعا پر پہنچنا مقصود ہے

تو جس طرح صحابی رضی اللہ عنہما بزمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یافتہ اور دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر باش اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے درجہ ظرف و بساط اور استعداد کے موافق مغسّر، محدث، فقیہ اور محکم تھا اسی طرح اور اسی نسبت سے صوفی اور سالک بھی تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و سرشتین تھے اور ان سب کے شیخ اور مرشد وہی جو ساری دنیا کے لئے معلم و موزن کی و مظهر ہو کر آئے تھے۔

بہر حال لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے لحاظ سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے ملتا ہو اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم جزو ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضا پر الہی ہے۔

یہ تو اس وفد کی سنت ہے جب سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں بیٹھ کر ذکرِ الہی میں مشغول رہتے تھے۔ اُس غارِ حرا میں تصوف کا جو مقدس پودا لگایا گیا تھا وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی متبرک تعلیمات کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا اور ایک تناور درخت بن کر صبر و شکر، غریمت و استقامت، اخلاصِ نیت، اطاعتِ الہی اور اتباعِ سنت کی صورت میں برگِ دبار لایا اور اس عظیم الشان درخت کی ٹھنڈی اور گھنی چھاؤں میں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو سکونِ دل اور اطمینانِ قلبی میسر آیا۔ تصوف کے معنی تزکیہ نفس اور جلائے قلب کے ہیں اور اگر کلامِ پاک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ باسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی نفوسِ انسانی کا تزکیہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے لئے جو دعا فرمائی اس کا مقصد یہی بیان فرمایا۔ ”اے رب ہمارے! تو ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو کہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کا تزکیہ نفس کرے بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔“

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بارگاہِ الہی میں مقبول ہوئی اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف لائے تو اس کی غرض و غایت بھی اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمائی۔ ”اور جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول بھیج دیا ہے تم کو ہماری آیتیں سناتے ہیں اور

تمہارا تزکیہ نفس کرتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ جمعہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسمعیل پر ان الفاظ میں احسان کا اظہار فرمایا ہے ”وہ خدا سے حسرتوں یعنی بنی اسمعیل میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔“

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا اصل مدنی اسی چیز کو قرار دیا گیا ہے (فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کہ ہے تیرے اندر کچھ رغبت کہ تو تزکیہ حاصل کرے) نیز قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے کہ آخرت میں انسان کی نجات و فلاح کا انحصار تزکیہ نفس پر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اُس نے ہی فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کو معصیت میں چھپایا“

اسی طرح دوسری جگہ فرمانِ خداوندی ہے ”اُس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ حاصل کیا۔“ اسی تزکیہ نفس کے متعلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”خبردار انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر اس کی اصلاح ہو گئی تو تمام جسم کی اصلاح ہو گئی اگر وہ خراب ہو گیا تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور خبردار وہ لوتھڑا قلب (دل) ہے۔“

یہ حدیث پاک بتاتی ہے کہ انسان کی اصلاح دل کی پاکیزگی سے ہوتی ہے اور دل کی پاکی اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں پر اسوۂ حسنہ کی روشنی میں عمل سے ہوتی ہے اور دل کی پاکی یہ ہے کہ مومن کی ہر حرکت و سکون اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔ عبادت کا یہی جامع مفہوم ہے کہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بسر کی جائے اور اصل میں عبادت کا مقصد تزکیہ نفس اور تطہیر قلب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزرے ہیں تاکہ تم پر مہرِ گل بن جاؤ۔

مندرجہ بالا آیات مقدسہ اور احادیث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تزکیہ نفس جو تصوف کی اصل اور روح ہے یہی تمام دین شریعت کی غایت اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا حقیقی مقصود ہے اور دین میں جو اہمیت اس چیز کو حاصل ہے وہ کسی اور چیز کو میسر نہیں دوسری چیزیں ذرائع اور وسائل کی حیثیت رکھتی ہیں اور تزکیہ نفس غایت و مقصد کی حیثیت کی حامل ہے۔

دوسرے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوف کہیں یا تزکیہ نفس اس کا سرچشمہ اور منبع و مصدر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کی تعلیم سے تزکیہ کا آغاز ہوتا ہے اور پھر اسی کے خالق و دقات اور اسرار و رموز ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اور وسیلہ سے واضح ہو کر تزکیہ کی تکمیل کرتے ہیں شیخ سرلج رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "کتاب اللع" میں ظاہری اور باطنی علوم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ علم کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی جب تک اس (علم) کا تعلق زبان و اعصاب سے ہوتا ہے اسے علم ظاہر سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کا نام شریعت ہے مثلاً عبادات میں طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ یا احکام میں طلاق، فرائض اور قصاص وغیرہ۔

جب اس کا اثر ظاہر سے گذر کر قلب و باطن تک محیط ہو جاتا ہے تو اس کو علم باطن کہتے ہیں یا طریقت سے موسوم کہتے ہیں۔ یہاں عبادات و احکام کی بجائے مقامات و احوال کی اصطلاحات رائج ہیں مثلاً تصدیق، اخلاص، صبر، تقویٰ، توکل، محبت اور عشق وغیرہ اور اس تفریق کی سند قرآن مجید سے ملتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمًا ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (لقن)

مندرجہ ذیل حدیث شریف سے طریق تصوف کی اصل ثابت ہے۔ حدیث جبرائیل علیہ السلام جو بخاری اور مسلم کی روایت سے مشکوٰۃ شریف کے شروع میں کتاب الایمان میں منقول ہے جس کے مبارک الفاظ یہ ہیں۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بنیما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ذات یوم اذا طلع علینا رجل شدید البیاض الثیاب قال اخبرنی عن الاحسن قال

ان تعبد اللہ کانک تراء فان لم تکن تراء فانک میراک

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان، حدیث اول)

ترجمہ :- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ ناگاہ ایک شخص مسافرانہ شکل میں بڑے سفید کپڑوں والا آیا اور اسلام کی بابت سوال کر کے یہ سوال کیا یا حضرت! احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کیا کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو کم از کم یہ بات ذہن نشین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں :- شریعت اور طریقت بالکل ایک ہی ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ فرق صرف اجمال اور تفصیل کا ہے اور استدلال اور کشف کا ہے یعنی جو بات ظاہری علوم شرعیہ میں بالاجمال اور بالاستدلال ملتی ہے وہی طریقت میں بالتفصیل اور مشاہدہ سے نظر آتی ہے۔ (جلد اول مکتوب ۸۳)

ایک شخص نے خواجہ خواجگان حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سیر و سلوک یعنی تصوف سے کیا مطلب ہے آپ نے ارشاد فرمایا "اجالی معرفت تفصیل ہو جائے اور جو امر عقلی یا نقلی دلیل سے سمجھا جائے وہ کشفی طور سے مشاہدہ میں آجائے"۔ ایک دوسرے مقام پر موصوف نے فرمایا درمیان علماء اور صوفیہ کے اتنا ہی فرق ہے کہ علماء استدلالاً اور علماء جانتے ہیں اور صوفیہ کشفاً اور ذوقاً پالیتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہمارا سارا طریقہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند ہے جو شخص کلام الہی کا حافظ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم نہیں اس کی تقلید طریقت کے باب میں درست نہیں چونکہ ہمارے اس سارے علم سلوک کا ماخذ قرآن و حدیث ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "عوارف المعارف" میں فرماتے ہیں "تصوف نام ہے قولاً و فعلاً ہر حیثیت سے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اس پر مروت سے جب اہل تصوف کے نفوس مقدس ہو جاتے ہیں، حجابات اٹھ جاتے ہیں اور ہر شے میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے لگتا ہے تو حق تعالیٰ ان سے محبت کرنے لگتا ہے۔"

حضرت شیخ علی بھویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "صوفی وہ ہے جو اپنے نفس سے فانی ہو کر حق میں

زندہ اور باقی ہو اور اودیت سے گذر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو۔

حضرت حاتم امم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو خواہشات پیدا نہیں ہوتیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب سے بڑی خواہش یہ رہتی ہے کہ رات ہونے تک دن خیر سے گذر جائے لوگوں نے کہا کہ دن تو خیریت سے گذرتے ہی رہتے ہیں ارشاد ہوا کہ ”میں خیریت اسے کہتا ہوں کہ اس روز معاصی کا ارتکاب نہ ہو“ شریعت کی تعلیم کے ساتھ تزکیہ نفس رسولک و معرفت الکی تعلیم بھی نہایت ضروری اور لازمی ہے اسی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تزکیہ نفس کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام فرمایا چنانچہ مسجد نبوی سے متصل ایک وسیع دالان اس کام کے لئے مخصوص فرمایا گیا اور چند وہ لوگ منتخب کئے گئے جن میں طلب صادق کے ساتھ ذوق بھی تھا اور یہ جماعت درس قرآن کے ساتھ اصلاح باطن میں مصروف رہی۔ جو لوگ قرآن مجید کے مفہوم و معانی کو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سمجھ لیتے اور کتاب اللہ کے مطالب و حقائق سے آگاہ ہو جاتے اور مجاہدات و ریاضت کے مراحل کو طے کر کے تعلیمات اسلامی کا کامل نمونہ بن جاتے وہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔

زمانہ باسعادت میں چار سو اصحاب صفہ نے فراغت حاصل کی ان میں سے اکثر کی میزبانی خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے اور بعض اصحاب ثروت و استطاعت بھی ان کی ضیافت کیا کرتے تھے۔

انہیں اصحاب صفہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سپرد یہ کام تھا کہ جو امداد ان لوگوں کے لئے آتی اس کی حفاظت اور تقسیم کا انتظام فرماتے۔ اصحاب صفہ کی زندگی عبادت، تعلیم قرآن و حدیث، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تربیت حاصل کرنے کے لئے وقف تھی۔ اُن کا سرمایہ حیات صبر و تحمل، عزت نفس، ریاضت و مجاہدہ اور اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہو جانا تھا۔ اس خوش قسمتی کا کیا کہنا کہ اپنا بہت زیادہ وقت اُس نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں گذارتے تھے۔

امام ابو بکر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ انہیں اصحاب صفہ کے متعلق فرماتے ہیں ”یہ لوگ بہ ظاہر جام ہیں مگر روحانی ہیں۔ زمین پر ہیں مگر آسمانی ہیں۔ یہ مخلوق کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ربانی ہیں۔ خاموش ہیں مگر سب

کچھ دیکھتے ہیں۔ غائب ہیں مگر بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہیں۔ ان کے باطن صاف ہیں۔ صاحبِ صفا ہیں۔ صوفی ہیں۔ نوری ہیں۔ برگزیدہ اور مخلوق میں اللہ کی امانت ہیں۔ یہی لوگ بنی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ان کے اہلِ صفہ تھے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی امت کے بہترین لوگ۔“

اکثر اہلِ صفہ اون کا لباس پہنتے تھے اس لئے بعض محققین کا خیال ہے کہ صوف کی طرف نسبت سے ان کو صوفیہ کہا گیا۔ پھر جنے بھی اصحابِ صفہ کی روش اختیار کی اس کو صوفی کہا جانے لگا۔ تصوف کے علم و عمل کو اس لئے اختیار کیا گیا کہ اس سے نفس میں تزکیہ اور قلب میں جلا پیدا ہوتی ہے اور اخلاقِ عالیہ حمیدہ مثلاً ارادہ و نیت۔ اخلاص۔ انس۔ تبلیغ۔ تفکر۔ تفویض۔ تقویٰ۔ تواضع۔ توحید۔ توکل۔ خشوع۔ خوف، دعا رجا۔ رضا۔ زہد۔ شکر۔ شوق۔ صبر۔ صدق اور محبت کی حقیقتوں سے آگاہی اور اخلاقِ ذمیمہ رفتاریہ مثلاً آفاتِ لسان۔ کذب۔ غیبت۔ اسراف۔ بخل۔ بغض۔ تکبر۔ حُبِ جاہ۔ حُبِ دنیا۔ حرص۔ حسد۔ ریا۔ شہوت، عجب اور غضب سے نجات حاصل ہوتی ہے اور یہ مقاصد نہ تو صرف تفسیر و حدیث پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں اور نہ رسمی طور پر ادا و نواہی کی پابندی سے میسر آ سکتے ہیں۔ یہ مقصد کی شیخِ کامل کی صحبت اور اس کی رشد و ہدایت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ جب ایک سالک تمام آدابِ سلوک کا عملی طور پر پابند ہو کر مجاہدہ اور ریاضت میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کرتا ہے تو شیخِ طریقت کے فیضان سے اس کا دل مریک ہو جاتا ہے اور اسرارِ غیب اُس پر منکشف ہوتے اور زبانِ حقائقِ علیہ کی ترجمانی کرتی ہے۔

صاحبِ کتاب اللع لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے الفاظ۔ مقبولون۔ صادقین۔ متوکلین۔ مخلصین سارین الی الخیرات۔ اولیاء۔ ابرار اور شاہدین سے صوفیہ ہی مراد ہیں۔ اور اہلِ طریقت کی حقانیت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جنابِ خضر علیہ السلام سے یوں متدعی ہونا "هَلْ أَتَعْلَفُ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَ مَا عَلَّمْتُ رُشْدًا" (۱۶۰) (سورۃ الکہن ترجمہ) آیات میں آپ کی پیروی کیوں اس شرط پر کہ آپ اپنے خدا داد علم سے مجھے اصلاح و تقویٰ کی تعلیم دیں۔ یہ کسی دنیاوی غرض پر مبنی نہ تھا لہذا جس طرح علمِ شریعت کا حاصل کرنا فرض ہے اسی طرح علمِ حقیقت و معرفت کا حاصل کرنا بھی فرض ہے۔

صوفیاء، اولیاء اللہ ابدال و اقطاب کا وجود موجبِ برکات اور وسیلہٴ نجات از عذاب ہونا

مندرجہ ذیل حدیث پاک سے ثابت ہے ۔

عن شریح بن عبید رضی اللہ عنہ قال ذکر اهل الشام عند علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقیل العنہم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقول الا بدال ال یکونون بالشام وهو اربعون رجلاً کُلّما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلاً یسقی بہم الغیث ویتصر بہم علی الاعداء ویصرف من اهل الشام بہم العذاب (رواہ احمد و مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵، ۵)

(ترجمہ) حضرت شریح بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو اہل شام کا ذکر آیا ۔ کسی نے کہا اے امیر المؤمنین! ان پر لعنت فرمائیے۔ فرمایا نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے تھے کہ ابدال (جو ایک قسم ہے اولیاء اللہ کی) شام میں رہتے ہیں اور ان کی تعداد چالیس ہے جب کوئی شخص ان میں سے وفات پا جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا شخص بدل دیا جاتا ہے۔ فرمایا ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے اعداء پر غلبہ ہوتا ہے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب ہٹ جاتا ہے۔

اس حدیث شریف کی تفصیل و توضیح میں مطلع انوار، منبع اسرار، ترجمان حقیقت، جامع شریعت و طریقت، سرور جملہ اقطاب، معراج البواب، حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پاک ہستیوں کو اپنی دوستی اور ولایت کے لیے مخصوص کر لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ملک کے والی بنائے گئے ہیں اور ان کو اپنے افعال و قوت کا مظاہر بنایا ہے اور انواع و اقسام کی کرامتیں ان کی ذات کے ساتھ مخصوص کی ہیں اور آفات طبع و ہویٰ سے ان کو پاک کر دیا ہے اور نفس کی پیروی سے انہیں آزاد کر دیا ہے۔ ان کی ہمت اور ارادے سوائے معیت قوت الہی کے ظہور میں نہیں آتے۔ اور ان کے انس و محبت کا رابطہ سوائے اُس فعال مطلق کے کسی کے ساتھ نہیں۔

وہ فرامین مصطفیٰ علیہ النجۃ و القناء کے ساتھ ایسے مجرّد ہیں کہ متابعت نفس کی راہ ان پر

مسدود ہے حتیٰ کہ بارانِ رحمت جو آسمان سے نازل ہوتی ہے وہ ان کے دم قدم کے صدقہ سے ہے اور زمین سے جو بھرہ اُگ رہا ہے وہ ان کی صفاءِ حال کی برکت سے اُگ رہا ہے اور کافر پہ مومن کا غلبہ انہیں کی ہمت سے حاصل ہے۔

اور اس قسم کے اولیاءِ کرام چار ہزار کی تعداد میں لوگوں سے مختوم و مخفی ہیں اور ایسے مخفی ہیں کہ ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور خود وہ اپنے جمال و حال سے بے خبر ہیں اور اپنے تمام احوال میں اپنے سے اور مخلوق سے مستور ہیں اور اس دعوے کے ثبوت میں احادیث بھی وارد ہیں اور اب سے قیامت تک رہیں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمتِ مرحومہ کو یہ شرف عطا فرمایا ہے اور اس امت کی شرافت کو تمام امتوں پر فائق کر کے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میں شریعتِ مطہرہ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی رکھوں گا۔

تو جب براہینِ حدیث اور عقلی حجتیں آج تک موجود ہیں اور علماء میں وہ عام طور پر شائع ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ براہینِ عین بھی موجود ہوں جو اولیاءِ کرام ہیں اور خاصانِ بارگاہ میں مخصوص ہوتے ہیں لیکن ان چار ہزار اولیاءِ کرام میں جو اربابِ صل و عقد ہیں وہ تین سو نفوسِ قدسی ہیں جنہیں اصطلاحِ تصوف میں اختیار کہتے ہیں اور چالیس ہستیاں ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں اور سات وہ ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں چار وہ ہیں جنہیں اوتاد کہتے ہیں تین وہ ہیں جنہیں نقیب کہتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو قطب کہلاتا ہے اور اسے غوث بھی کہتے ہیں اور یہ تمام ایک دوسرے کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور نظامِ معاملات و امورِ تصرف میں ایک دوسرے کے اذن و اجازت کے محتاج ہیں۔ اور اس پر احادیثِ ناطق ہیں اور اربابِ حقیقت اس بات کی صحت پر متفق ہیں۔

رکشف المحجوب چودھواں باب بعنوان اثبات ولایت صفحہ ۲۹۲ مطبع اسلامک بک فائونڈیشن

۲۴۹- این۔ سمن آباد لاہور۔

(مترجم مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

قیوم اول حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ العزیز نے فرمایا "اولیاء اللہ"

کے منصب یہ ہیں۔

اول قطب الاقطاب۔ دوسرے درجہ پر فرد تیسرے درجہ پر غوث اور پھر قطب مدار لیکن غوث اور قطب مدار کو ایک ہی جانتے ہیں۔ چار اوتاد ہیں چالیس ابدال۔ انکے بعد نجبا۔ نقبا۔ شرقا اور رجال الغیب کا درجہ ہے۔

(روضۃ القیومیہ مؤلفہ حضرت خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی صفحہ نمبر ۶ مکتبہ نبویہ۔ لاہور)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں یعنی اولیاء اللہ کی شان و عظمت، اُن کی رفعت و علو مرتبت بڑے واضح طور پر بیان فرمائی ہے فرمایا میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بندہ بنا لیتا ہوں اور جب میں اُسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اُس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکھتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اس طرح بندہ صفاتِ الہیہ کا مظہر بن جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نورِ سمیع سے سنتا ہے۔ اسی کے نورِ بصر سے دیکھتا ہے۔ اُسی کے نورِ قدرت سے تصرف کرتا ہے اور مظہرِ نورِ حُجُود ہو جاتا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے صفاتِ نوری کا پر تو اور مظہر ہو کہ کمالِ بندگی کے اس مقام پر فائز ہوتا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ بندہ اپنی انانیت کو اپنے رب کی بارگاہ میں ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ فنا کر دیتا ہے اور صفاتِ الہیہ سے منور ہو کر مظہرِ صفات ہو جاتا ہے۔

باقی تصرفاتِ کونیہ اور کراماتِ اولیاء قرآن مجید میں مندرجہ ذیل واقعہ تختِ بلقیس میں

مذکور میں اثر داربانی ہے تَالِ يٰٓاَيُّهَا الْمَلُوْٓا۟ اٰتِكُمْ يٰٓاَيُّنِيْ بِعَرُشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُّسْلِمِيْنَ ۝

(پ ۱۹ سورہ نمل)

ترجمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطلع ہو کر حاضر ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ملکہ بلقیس کا تخت سونے کا بنا ہوا تھا اس کے پائے جواہرات کے تھے اور تیس مربع گز لمبا اور چوڑا تھا اور اس قدر اس کی اونچائی تھی۔ اور یمن سے اس جگہ تک کی مسافت جہاں تخت رکھا ہوا تھا سولہ سو میل سے زیادہ تھی۔

سیدنا و محدنا حضور غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصنیف مبارکہ غنیۃ الطالبین میں اس واقعہ کی تشریح تفسیر اور تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے (غنیۃ الطالبین عربی) صفحہ ۱۹۴ مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل ملک کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ تمہاری جماعت میں کون ایسا شخص ہے جو بلقیس کا تخت قبل اس کے کہ وہ مع اپنی جماعت کے میرے پاس آکر داخل اسلام ہو یہ اس کے آگے چونکہ صلح کے بعد مجھ کو اس کا تخت لینا حلال نہیں ہے۔ ایک خبیث جن نے جس کا نام عمرو اور وہ دوسرے جنوں سے زیادہ سخت تھا عرض کیا کہ قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام عدل و انصاف سے اٹھیں اور معمولاً یہ وقت دوپہر تک ہوتا تھا اور کہا کہ میں اس تخت کو لائیکی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں یعنی اس تخت کو مومہ جواہرات کے جو اس میں جڑے ہوئے ہیں باحتیاط اور بغیر خیانت کے اُسی طرح آپ کے پاس پہنچا دوں گا اور کہا کہ مجھ میں یہ طاقت ہے کہ جہاں تک میری نظر کام کر سکتی ہے وہاں تک میرا ایک قدم پہنچتا ہے پس میں تخت کو آپ کے پاس لے آتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ سے بھی تیز اور جلد باز شخص میں تخت کے لانے کے واسطے چاہتا ہوں۔ پھر ایک دوسرے شخص نے جو اسم اعظم جانتا تھا اور اسم اعظم خداوند تعالیٰ کے یہ دو

نام ہیں (یٰٰسَحِیْیُ یٰٰقَیُّوْمُ) عرض کیا کہ میں اپنے پردہ گار کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں اور پھر قصد کرتا ہوں اور خدا کی کتاب میں دیکھتا ہوں پس میں اس تخت کو قبل اس کے آپ کے پاس لے آؤں گا کہ آپ کی نظر آپ کی طرف پھرے۔ اور اس شخص کا نام آصف بن برخیا بن شعبا تھا اور اس کی ماں کا نام بطورا تھا اور وہ بنی اسرائیل کی قوم سے ہے۔ اور وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ اور وہ جو اس نے کہا کہ قبل اس کے کہ آپ کی نظر آپ کی طرف لوٹے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے میں تخت کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو کامیاب ہو جائیگا۔ آصف کھڑا ہوا۔ وضو کیا۔ سجدہ کیا اور اسم اعظم پڑھ کر دعا مانگتا تھا اور یٰٰسَحِیْیُ یٰٰقَیُّوْمُ کہتا جاتا تھا۔ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ام جس کے پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے اور جس کے وسیلے سے مراد حاصل ہوتی ہے ”یٰٰذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ“ ہے۔

راوی کہتا ہے کہ بلقیس کا تخت زمین کے نیچے پوشیدہ ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نزدیک ظاہر ہوا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے پاؤں بڑی کرسی پر بیٹھ کر رکھا کرتے تھے۔

نوٹ:- مندرجہ بالا مضمون سے پیشتر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیان میں فرمایا ”کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسرا نامہ بلقیس کو لکھا اور ہد ہد کو دیا اور فرمایا کہ یہ نامہ بلقیس کو دو اور کہہ دو کہ ہم ایسے جبار لشکر سے ان پر چڑھائی کریں گے کہ وہ ہرگز ہم سے مقابلہ کی تاب و طاقت نہ رکھیں گے اور ان کو ان کے شہر سے نکال دیں گے اور ان کو ذلیل و خوار کریں گے اور وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے جب ہد ہد نے دوسری مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا نامہ بلقیس کو پہنچایا اس نے پڑھا اور قاصد بھی واپس آئے اور انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو جواب دیا تھا وہ بھی عرض کیا بلقیس نے اپنی قوم سے کہا کہ معاملہ آسانی ہے اس کی مخالفت کرنا اچھا نہیں اور ہم اس کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے اس کے بعد بلقیس اپنے تخت کی طرف آئی اور اپنے تخت کو سات گھروں کے پیچھے چھپوا دیا اور اس کی نگہبانی کے لئے پاس بان مقرر کئے۔

اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی۔

آگے چل کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (غنیۃ الطالبین) صفحہ نمبر ۱۹۔
 ”حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے پوچھا کہ تمہارا تخت ایسا ہی ہے جیسا کہ یہ رکھا ہے بلقیس
 نے اس کی طرف دیکھا کچھ پہچانتی کچھ نہ پہچانتی اور اپنے دل میں سوچتی کہ یہ وہ تخت یہاں کہاں
 سے آگیا وہ تو سات گھروں کے عقب میں پوشیدہ ہے۔“

اور نگہبان و پاسبان اس پر متعین ہیں آخر کار اس نے پہچان لیا اور کہا ایسا معلوم ہوتا
 ہے کہ یہ تخت وہی ہے۔“

اس واقعہ کو بیان کرنے کا اور وہ بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریح و تفسیر
 کی روشنی میں مقصد اور مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کو اللہ نے یہ طاقت اور قوت عطا فرمائی
 ہے کہ وہ تخت جو اس قدر حفاظت اور پہروں میں رکھا گیا تھا آصف بن برخیا نے حضرت
 سلیمان علیہ السلام کی پلک جھپکنے سے پہلے لا کر پیش کر دیا۔

یہ تو واقعہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے اولیا کرام کا اور سید الانبیاء حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم جو، سرتاج پیغمبران ہیں، منبع ولایت اور سرچشمہ معرفت ہیں ان کی امت کے اولیا کا
 کیا مرتبہ اور مقام ہوگا۔

تصوف اور معرفت ایسا بحر ذخار اور بے پایاں سمندر ہے جس کا کوئی حد و حساب نہیں ہے
 اگر دفتر کے دفتر اس موضوع پر لکھے جائیں تو بھی یہ مضمون تشنہ تکمیل رہے گا پس مختصر یہ ہے کہ
 ادامہ و نواہی کا پابند ہونا شریعت ہے اور ادامہ و نواہی کی روشنی میں ضمیر کی صفائی، اخلاق کی
 تطہیر اور نفس کے تزکیہ کا نام طریقت ہے اور ماسوی اللہ تعالیٰ سے منقطع ہو کر روح میں تجلی پانا
 کرنا حقیقت ہے اس طرح شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت حاصل ہوتی ہے

از طاعتِ الهی دیدم جمالِ ^{صلی الله علیه و آله} احمد
و زحمتِ مصطفیٰ فی دریا تمسُّدِ ارا

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهِيَ لَنَا مِنْ أَمْرِ بَارِئٍ شَدَائِدِ
مُرْتَبَةِ

حکیم سید امین الدین احمد قادری جہانگیر خوشحالی

مُؤَلَّفُ

تذکرہ علی ہجویری ^{رحمۃ اللہ علیہ} ○ تذکرہ صوفیہ نقشبند ^{رحمۃ اللہ علیہ} ○ تذکرہ منصوص علاج ^{رحمۃ اللہ علیہ}

۲۳۹ شکاد باغ لاہور



خَطَّاطُ مُحَمَّدِ نَعِيمُ بَهْتَهُ لَا هُوَا

اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ

کی شان و عظمت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اولیاء اللہ کی شان و عظمت

اولیاء اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی عظمت و رفعت اور اُن کی شان و شوکت خود خداوندِ قدوس جل و علیٰ نے اپنے کلامِ مقدس میں اس طرح بیان فرمائی ہے :-

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ○ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ ترجمہ :- سُن لو! بیشک اللہ کریم کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے نہ غم یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور متقی ہیں ان کے لیے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ تعالیٰ کے کلمات بدل نہیں سکتے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے جس مضمون کے منکرین موجود ہوں اس کو قرآن مجید میں تاکیدِ حروف سے شروع کیا جاتا ہے۔ مثلاً اَلَا اور اِنَّ ہے۔ جس درجہ کا انکار ہو اسی درجہ کی تاکید کی جاتی ہے یہ مضمون بھی اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت اہم ہے چونکہ کوئی فرقہ اولیاء اللہ کی ذات کا منکر ہے۔ کوئی اُن کی صفاتِ عالیہ کا۔ کوئی اُن کی کرامات کا اور کوئی اُن کے فیوض و برکات کا تو کوئی ان کے علوم کا انکاری ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اَلَا اور اِنَّ دوہری تاکید سے شروع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس نورانی اور روحانی جماعت کو اولیاء اللہ کے پیارے لقب سے

نوازتا ہے اور پھر اسی مقدس جماعت کو کبھی صالحین کا خطاب دیتا ہے کبھی متقین کا کہیں مخلصین کا اور کہیں عباد الرحمن کا اور کہیں حزب اللہ کا لقب عطا فرماتا ہے جیسا کہ مختلف مقامات پر فرمایا ہے۔

وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ — وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ — وَهُوَ يَتَوَكَّلُ الصَّالِحِينَ
قرآن پاک میں جا بجا ان خطابات سے اولیاء اللہ کا یہی گروہ مراد ہے اور سورۃ انفال آیت ۳۲ میں بالکل واضح طور پر فرمادیا ہے اِنْ اَوْلِيَاءُ اِلَّا الْمُتَّقُونَ یعنی یہ متقین ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔

اب اس گروہ کی شان و عظمت باری تعالیٰ پارہ ۲۵ سورۃ زخرف میں یوں بیان فرماتا ہے اَلَا خِلَآءٌ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿۶۷﴾ یعنی قیامت کے دن میدان حشر کی ہیبت و ہولناکی سے گھبرا کر جب مخلوق خدا ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ جب کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آئے گا۔ باپ اپنے بیٹے سے۔ بیٹا اپنے باپ سے بھاگ جائے گا۔ بھائی کو بھائی جواب دے دے گا۔ اور جب تمام رشتے ٹوٹ جائیں تو یہی اولیاء اللہ اور متقین قیامت کے دن بے سہاروں کا سہارا بن کر بے چاروں کا چارہ بن کر دکھیوں کے دستگیر بن کر گنہگاروں کی شفاعت۔ بے یاروں اور بے مددگاروں کی امداد کریں گے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۴ مطبوعہ ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد جب خداوند تعالیٰ مخلوق کے حق میں آخری فیصلہ فرمادے گا اور جنتیوں اور دوزخیوں کی پشت پر مہریں لگادی جائیں گی تو فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ پہلے جنتیوں کو جنت میں لے جاؤ چنانچہ جنتی انتہائی خوشی اور مسرت کے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی حسرت و یاس کے دیا اور خرمندگی اور رسوائی کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ان کو دیکھتے ہوں گے اور پھر جب اولیاء

اللہ کی صف دوزخیوں کے پاس سے گزرے گی تو ایک دوزخی جس کی پشت پر دوزخیوں کی مہر لگی ہوگی دوڑ کر اللہ کے ایک ولی کے پاؤں پکڑے گا اور عرض کرے گا۔ اَمَّا تَعْرِفُنِي كَيْفَاً
مجھے نہیں پہچانتے اور پھر خود ہی کہے گا۔ اَنَا الَّذِي سَقَيْتُكَ شَرْبَةً مِنْ هَاهُنَا
جس نے آپ کو ایک دفعہ پانی پلایا تھا وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَنَا الَّذِي وَهَبْتُ لَكَ
وَضُوءًا اَوْ كَوْنِي كَوْنِي وَلِي سَعِي كَاكِهِ فِي هَاهُنَا جِس نے آپ کو ایک دفعہ وضو کرایا
تَحَا فَيُشْفَعُ لَهُ فَيَدْخُلُهُ الْجَنَّةَ يَعْنِي وَه اللہ کے ولی دوزخیوں کی شفاعت کریں گے
اور وہ اولیاء کرام کی شفاعت اور مدد کے صدقے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ خداوند
تعالیٰ کا غضب، رحمت میں تبدیل ہو جائے گا۔ ان کی مشکل آسان ہو جائے گی۔ ان کے
دُکھ دور ہو جائیں گے ان کی بگڑی بن جائے گی نیز اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ثابت ہوئی
کہ اولیاء اللہ کے ساتھ کی گئی تھوڑی سی خدمت بھی ضائع نہیں جائے گی ایک نے پانی پلایا
تھا اور دوسرے نے صرف وضو کرایا تھا۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل کراچی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر وہ
توبہ کرنے کے ارادہ سے گھر سے چلا اس نے ایک راہب سے پوچھا کہ میں نے ننانوے قتل
کیے ہیں اور اگر اب میں توبہ کروں تو کیا خداوند تعالیٰ میری توبہ قبول کرے گا؟ اس نے کہا نہیں
تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور آگے جا کر کسی اور شخص سے پوچھا اور حدیث شریف
کے الفاظ یوں ہیں ثُمَّ سَأَلَ اَعْلَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ يَعْنِي اس نے روئے زمین کے سب
بڑے عالم سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا فَاَنْطَلَقْ اِلَى اَرْضٍ كَذَا وَكَذَا
فَاِنَّ بِهَا نَاسًا يَعْبُدُونَ اللهَ يَعْنِي فلاں بستی میں چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت
کرنے والے یعنی اولیاء اللہ رہتے ہیں واجب وہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی طرف جا رہا تھا تو راستہ میں اس کا استعمال ہو گیا۔
فَاَخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ يَعْنِي رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے۔ عذاب کے

فرشتے کہتے تھے کہ یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے اس لیے یہ جہنمی ہے اور رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ اب یہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی طرف توبہ کرنے جا رہا تھا اس لیے جنتی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جاؤ یہ گنہگار جہاں سے چلا ہے وہاں سے لے کر جہاں اس نے جانا تھا وہاں تک کا فاصلہ ناپ لو اگر اگلا حصہ کم ہے تو یہ جنتی ہے اور اگر پچھلا حصہ کم ہے تو یہ دوزخی ہے جب فرشتے وہ فاصلہ ناپنے لگے فَأَوْحَى اللَّهُ الْأَرْضَ إِلَىٰ هَذِهِ أَنْ تَقْرَبِي یعنی خداوند تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ آگے سے سمت چاہیں وہ زمین آگے سے سمت گئی اور فاصلہ کم ہو گیا یا وہ بستی قریب ہو گئی فَغَفَرَ لَهُ پس خدا کی رحمت اور بخشش کا دریا جوش میں آگیا اور سوانسوں کے اس قاتل کو بخش دیا۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایک سوانسوں کا قاتل ابھی اللہ کریم کے ولیوں کے پاس پہنچا بھی نہیں تھا بلکہ ابھی اس بستی کی طرف جا رہا تھا جس میں اولیاء اللہ رہتے ہیں تو خداوند تعالیٰ نے اس قاتل گنہگار کو بخش دیا صرف اس لیے کہ توبہ کرنے میں دوستوں کی طرف جا رہا ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو محبوب رکھتا ہے ان سے محبت کرتا ہے (إِنْ أَوْلِيَائِهِ إِلَّا الْمُتَّقُونَ یعنی یہ اولیاء اللہ متقین ہی ہیں) اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندے سے محبت کرتا ہے تو پھر ساری کائنات اس سے محبت کرنے لگتی ہے اور وہ ساری مخلوق کا محبوب بن جاتا ہے جیسا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَائِيلَ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرَائِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوَضَّعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ یعنی اللہ کریم جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو

جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا پھر جبرائیل علیہ السلام بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں بعد ازاں آسمانوں میں منادی کرا دی جاتی ہے کہ اے آسمان والو! خداوند تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پس آسمانوں کے تمام فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ زمین والوں کے دلوں میں بھی اپنے مقبول اور محبوب بندہ کی محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مقبولان الہی کے آستانوں پر مخلوق خدا کا ہجوم رہتا ہے ان کے دروازوں پر حاجت مندوں کا میلہ لگا رہتا ہے اور ان دلق پوشوں کی بارگاہوں پر بادشاہان وقت کا سہ گدائی لیے پھرتے ہیں اور ان کی چوکھٹوں پر تاجداروں کی جبین نیاز ٹھکتی ہے اور ان کے چشمہ روحانیت سے اپنی پیاس بجھانے کے لیے تشنگان معرفت کا ہجوم رہتا ہے اور ان کے میخانہ عرفان سے شراب عشق و مستی پینے والوں کا میلہ لگا رہتا ہے اور ان کے چراغ رشد و ہدایت سے حق و صداقت کی راہ کے متلاشی پروانوں کا اژدہام رہتا ہے۔ اور ان اولیاء اللہ کی عظمت و رفعت اور جلال و جمال روزِ محشر دیدنی ہو گا۔ عن عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَا نَاسًا مَا هُمْ بِاَنْبِيَاءَ وَالشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنْ اللّٰهِ قَالَ رَاٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ؟ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بَرُوْجَ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ وَسَعَا طَوْحًا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهُهُمْ لَنُوْرٌ وَاَنْتَهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخْفُوْنَ اِذَا حَزَنَ النَّاسُ دَقَرًا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْاَزَلٰى اَوَّلِيَّاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ترجمہ :- حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہدا ہیں لیکن بارگاہِ خداوندی میں قیامت کے روز ان کے مقام و

عظمت کو دیکھ کر لوگ اُن پر رشک کریں گے۔ دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خبر دیجئے وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو رشتوں اور مالی لین دین کی بجائے محض رضائے الہی کے لیے آپس میں محبت رکھیں گے فرمایا خدا کی قسم اُن کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو ان کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو وہ غمزدہ نہیں ہوں گے اس کے بعد آپ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن اولیاء اللہ کی عظمت و رفعت و نورانیت کے تختوں پر جلوہ افروز ہونے کا نقشہ اس حدیث شریف میں بیان فرمادیا ہے۔

مزید برآں ان اولیاء اللہ کے اختیارات اور اسکی وجہ احادیث پاک کی روشنی میں وضع دلیل کیا بیان کی جا رہی ہے حدیث قدسی ہے شاد ہوتا ہے مَا بَزَالَ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى اَحْبِبُّهُ فَاَنْتُ سَمِعُهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرُهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدُهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرَجُلُهُ الَّذِي يَعِشُ بِهَا، ترجمہ :- جب بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اُس کی قوتِ سامعہ بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔

اب اندازہ فرمائیے کہ جب بندہ خدائی صفات کا مظہر ہو جائے اور جس کے ہاتھ پاؤں۔ آنکھ اور کان کو خدائی قدرت مل جائے تو اس کی طاقت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اس کی قوت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا چونکہ خدائی قدرت و طاقت کی کوئی انتہا ہے ہی نہیں۔ اور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانے کے مطابق جب اولیاء اللہ کا دیکھنا خدائی آنکھ سے دیکھنا ہے تو پھر اس کے دیکھنے کی بھی کوئی حد نہیں ہے وہ اپنے مصلے پر بیٹھ کر ساری

کائنات کو دیکھ سکتا ہے اسی لیے تو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لوح محفوظ است پیش اولیاء

”یعنی لوح محفوظ بھی اولیاء اللہ کے سامنے ہوتی ہے“

اور مردِ کامل جب خدا کے کانون سے سنتا ہے تو پھر اس کے سننے کی بھی کوئی حد نہیں ہوگی وہ اپنے حجرے میں بیٹھ کر مشرق و مغرب کی آوازیں سن سکتا ہے اور اپنے مریدوں کی فریادیں سن سکتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔ اور جب اس کا ہاتھ خدائی صفات کا مظہر ہوگا تو پھر اس کی دستگیری بھی خدا کی دستگیری ہوگی چونکہ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں علامہ اقبال کہتے ہیں :-

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفرین، کارکنار و کارساز

اور مندرجہ بالا حدیث شریف کی روشنی میں اولیاء اللہ کا بولنا بھی خدائی بولنا ہوگا جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں :-

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں۔
 ”الْعَبْدُ إِذَا وَاطَّاعَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ إِلَى الْمَقَامِ الَّذِي يَقُولُ اللَّهُ كُنْتُ سَمْعًا وَبَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورَ جَلَالِ اللَّهِ سَمْعًا لَمْ يَسْمَعْ قَرِيبًا وَإِذَا صَارَ ذَا لِكَ النُّورِ بَصَرًا لَمْ يَرِ الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَا لِكَ النُّورِ يَدًا لَمْ يَقْدَرِ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصُّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيدِ وَالْقَرِيبِ (تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جزو ۲۱ صفحہ ۹۱)

ترجمہ :- جب بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا

ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میں اس کی سمع اور بصر ہو جاتا ہوں تو جب اللہ تعالیٰ کے جمال کا نور اس کی سمع بن جاتا ہے تو وہ بندہ قریب اور دور سے یکساں سنتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور سے برابر دیکھتا ہے اور جب یہی اللہ تعالیٰ کا نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ خشکی اور تری میں قریب و بعید میں یکساں طور پر تصرف پر قادر ہو جاتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **الْكَمَالُ الْمُطْلَقُ عِبَارَةٌ مِنْ مَقَامٍ وَلِيٍّ فِيهِ يُعْطَى الْكَامِلُ حَقَائِقُ الْأَشْيَاءِ حَقَّهَا بِالتَّعَاوُ وَالْكَمَالِ فَيُتَّصَفُ بِسَائِرِ صِفَاتِ الرَّبُّوبِيَّتِ وَبِجَمِيعِ صِفَاتِ الْعُبُودِيَّةِ فِي آيِنٍ وَاحِدٍ** (انفاس العارفين فارسی صفحہ ۱۵۱)

ترجمہ :- کمال مطلق کو ولی اللہ کے اس مقام سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں ولی کامل کو تمام اشیاء کی حقیقت سے کامل طور پر آگہی دی جاتی ہے پس وہ ولی اللہ ایک ہی وقت میں ربوبیت و عبودیت کی تمام صفات سے متصف ہوتا ہے۔

غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۶ بعنوان منزل توکل صفحہ نمبر ۳۵ میں فرماتے ہیں اس مقام پر پہنچ کر تمہیں تکوینی نظام یعنی کائنات کا نظم و نسق سونپ دیا جائے گا اور تم خدا کے لیے واضح اور صریح حکم اور روشن دلیلوں کے ذریعہ جیسے سورج روشن ہوتا ہے کائنات کا نظم و نسق چلا سکو گے اور لذیذ شے سے زیادہ لذیذ کلام اور ایسے صادق الہام سے جس میں کسی قسم کا التباس نہ ہو اور جو مقتضائے قلبی اور دوسواں شیطانی سے مبرا ہو تمہیں نواز دیا جائے گا جیسا کہ باری تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے اولادِ آدم میں ہی وہ خدا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب میں کسی چیز کے متعلق کہہ دیتا ہوں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ لہذا جب تم خدا کی اطاعت کرتے رہو گے تو تمہیں ایسا بنا دیا جائے گا کہ جب تم کسی شے

کے متعلق کہو گے کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی بلاشبہ بہت سے انبیاء اور اولیاء کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے۔ (فتوح الغیب اردو مصنف غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ)
(مرینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی ۷۷)

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے صرف فضائل اور ان کی شان و عظمت بیان فرمانے ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اولیاء اللہ کا دامن تھامنے اور ان سے وابستہ ہو جانے کا حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا: **وَاصْبِرْ لِنَفْسِكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعِشْرِ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ طَرَجَهُ**۔ اپنی جان کو ان کے ساتھ مانوس رکھو جو صبح و شام اس کی رضا کے لیے اپنے رب کو پکارتے اور اس کا ذکر کرتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر کسی اور پر نہ پڑیں۔ (پارہ ۱۵، سورۃ کہف)
اس آیت کریمہ میں اللہ والوں کے ساتھ وابستہ اور پیوست رہنے کا حکم ہے یعنی ان کے ساتھ اپنی جانوں کو لگائے رکھو ان سے چمٹے رہو جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگن ہیں یہ قرآن کی نص ہے کہ اللہ والوں کے ہو جاؤ چونکہ جو اللہ والوں کا ہو جاتا ہے وہ اللہ والا ہو جاتا ہے۔ آگے یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ ہمیشہ اپنی نگاہوں کو ان کی طرف جماتے رکھو۔ ان کی طرف سے اپنی نظروں کو نہ ہٹاؤ ان کا دیدار کرتے رہو گویا ان کو اپنے تن میں بسالو اور ان کے تصور میں ڈوب جاؤ یعنی فنا فی الشیخ ہو جاؤ۔
اب میں آخر میں شجرہ شریف سلسلہ عالیہ قادریہ جہانگیرہ ابوعلیائے کے اس شعر پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

عشق دے مُرشد کا مجھ کو یا اللہ العالمین

انبیاء و اولیاء و اصفیاء کے واسطے

خاکِ کپائے مُرشد

الحق الا نام حکیم (سید امین الدین احمد شعالی عفی عنہ)

بیعت مُرشد کاجواز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بیعت مرشد کا جواز

”بیعت مرشد کا جواز قرآن و حدیث اور ائمہ تصوف کے اقوال کی روشنی میں“

قال الله تعالى في القرآن المجيد اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي
سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٢٥﴾ (پہ سورۃ مائدہ)

ترجمہ :- اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔“

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ”قول الجلیل“ میں لکھتے ہیں کہ یہاں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ اسی طرح مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنی تصنیف ”امامت“ میں لکھا ہے ”مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد“ وسیلہ سے وہ شخص مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی حاصل ہو۔ صاحب تفسیر صفائی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بزرگان دین بھی خدا کے قرب کا وسیلہ ہیں“ اسی طرح صاحب تفسیر معالم لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی محبت اور اعمال صالح اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہیں دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ

فَسُبُّوتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (پارہ ۲۶ سورۃ فتح) تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ حقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں خداوند تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پہ ہے پس جو شخص اس اقرار اور قول کو توڑے گا تو اس کا وبال اس کی جان پر ہوگا اور جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

صاحب تفسیر مواہب الرحمن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت مقدسہ میں دلیل ہے کہ بیعت امر مشروع ہے اور یہ امر مشہور، متواتر اور باجماع امت ثابت ہے کہ بیعت امر شرعی ہے۔ گویا یہ آیت بیعت کے بارہ میں نص قطعی ہے۔

ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ (پہ۔ سورۃ فتح) ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا۔ جس وقت درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

بیعت اس قدر اہم اور ضروری موضوع ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے: "يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمْهَاتِهِمْ (سورۃ بنی اسرائیل) یعنی جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ مفتی احمد یار فاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر نور العرفان میں لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہیے شریعت میں تقلید کے اور طریقت میں بیعت کر کے، تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو اگر کوئی صالح امام رہبر و مرشد نہ ہوگا تو اس کا امام شیطان ہوگا۔ اس آیت میں تقلید اور بیعت مریدی سب کا ثبوت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص خوش نصیب جس کو کسی مُرشدِ کامل سے بیعت کر کے مقبولانِ بارگاہِ الہی کے زمرہ میں شامل ہو کر شرفِ نسبت نصیب ہوا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی معیت اور صحبت شرعاً محبوب اور مطلوب ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام نے بھی مولیٰ کریم سے معیت صالحین کی دعائیں مانگی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی: "تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ"

عورتوں کی بیعت کا قرآن پاک سے ثبوت

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَلَا يَعْنِ فَايَعْنِ وَأَسْتَغْفِرُ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ⑪ پارہ ۲۸ -

ترجمہ: یا نبی کریم صلی اللہ علیک وسلم جب آپ کے پاس ایماندار عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے آئیں اور اس غرض سے حاضر ہوں کہ وہ آپ سے ان باتوں پر عمل کرنے کے لیے بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی نہ چوری اور بدکاری نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی نہ کوئی بہتان باندھیں گی نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیجئے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

صاحب تفسیر مواہب الرحمن اس آیت پاک کے تحت لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہ صفا پر جلوہ افروز تھے اور جو عورتیں اسلام قبول کرنے

اور بیعت کے لیے حاضر ہوئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی نیابت میں کوہ صفا کے نیچے آپ کے حکم کے مطابق بیعت فرماتے تھے یعنی اُن عورتوں سے بیعت لیتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ پیرانِ عظام کا بیعت لینے کے لیے خلیفہ بنانا اور ان کی اپنی نیابت میں بیعت لینے کی اجازت دینا جائز ہے جیسا کہ حضور پر نور سید عالم ﷺ نے اپنے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے بیعت لینے کے لیے خلیفہ بنایا۔

احادیث پاک سے بیعت کا ثبوت

بخاری شریف میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا۔
 ”بَايِعُوا نِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تُسْرِفُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا
 أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِهَتَّانٍ يَفْتَرُونَ أَنَّهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَقْصُوا
 فِي مَعْرُوفٍ“ ترجمہ :- تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی
 کو شریک نہ کرنا۔ چوری اور زنا نہ کرنا اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا اور اپنی طرف سے بنا کر کسی پر
 بہتان نہ باندھنا۔ اور کسی اچھی بات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرنا۔
 بخاری شریف کی ایک دوسری حدیث بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
 آپ نے فرمایا کہ ”وَأَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا“ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ہم کو بلا کر بیعت فرمایا اور اقرار کرایا کہ ”ہو بیعت کی ہم نے سنے اور فرمانبرداری کرنے پر اپنی
 خوشی میں رنج، تنگی اور فراخی میں“

ابن ماجہ شریف میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقرائے
 مہاجرین سے اس بات پر بیعت لی ”عَلَى أَنْ لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا وَكَانَ أَحَدُهُمْ
 يَسْقُطُ سَوْطُهُ يَنْزِلُ مِنْ فَرَسِهِ فَيَأْخُذُ وَلَا يَسْأَلُ أَحَدًا“ یعنی لوگوں سے

”نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيَْنَا
أَبَدًا“ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دستِ حق پرست پر اس
قول پر بیعت کی کہ جب تک ہم زندہ ہیں گے اسلام پر قائم رہیں گے۔ اور اس وقت تمام مہاجرین و
انصار حاضر تھے ایک بھی خادم و جاں نثار غیر حاضر نہیں تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے۔ كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ یعنی ہم پندرہ سو آدمیوں نے حدیبیہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَايَعْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنَّصِحِ
لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

ترجمہ :- جریر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "میں نے بیعت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اقامۃ الصلوٰۃ، ایتاء النکوۃ اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی پر"

(بخاری شریف۔ باب البیعة علی اقامۃ الصلوۃ صفحہ ۵،

مطبوعہ کراچی)

عورتوں کی بیعت کا حدیث شریف سے ثبوت

بخاری شریف میں حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے بیعت کے وقت یہ عہد بھی لیا ”أَنْ لَا تَنْسُوحَ“ یعنی ہم نوحہ نہیں کریں گی۔
ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن، ۴۵ عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔

ابوداؤد شریف میں اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے ایک مکان میں انصار کی عورتوں کو جمع کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان سے بیعت لینے کے لیے بھیجا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان سے بیعت لی اور ان مستورا نے دور سے ہی اپنے ہاتھوں کے اشارہ سے قبولیت بیعت کا اظہار کیا۔

خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کاشف اور اجاز

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں پر یکے بعد دیگرے بیعت کی۔ بخاری شریف میں کہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مشاورت کے بعد جب امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تو ان کے ہاتھ پر بیعت کے وقت کہا ”أَبَا يَعْكَ عَلَى سُنَّةِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ“

وَالْخُلَفَاءِ مِنْ بَعْدِهِ يَعْنِي فِي اللَّهِ تَعَالَى أَوَّلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ دُونِ خُلَفَاءِ كِي
سنت کے مطابق آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔

مندرجہ بالا احادیث متبرکہ سے ثابت ہوا کہ بیعت سنتِ مطہرہ ہے اور سنت کے مطابق
عمل پیرا ہونے کے بارے میں آپ نے فرمایا مَنْ أَخَذَ بَسْمَتِي فَهُوَ مِنِّي وَمَنْ رَغِبَ عَنِّي
فَلَيْسَ مِنِّي، یعنی جو میری سنت پر عمل کرے وہ مجھ سے ہے اور جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ
مجھ سے نہیں ہے۔

اقوالِ صاحبین سے بیعت کا ثبوت

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں حضرت یازید بستانی
رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں "مَنْ لَعَنَ يَكُنْ لَهُ اُسْتَاذٌ فَاِمَامُهُ الشَّيْطَانُ" جس شخص کا
کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر اور امام شیطان ہے۔

حضرت شاہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قول الجلیل صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں "اِنَّ الْبَيْعَةَ سُنَّةٌ"
یعنی بیعت سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیز جلد اول صفحہ ۲۸ میں فرماتے
ہیں "جو مرید اپنی عقیدت کا ہاتھ مرشد کے ہاتھ کے ساتھ منعقد کرتا ہے تو مرشد اور بیعت کے واسطے
سے اس کا انعقاد سرچشمہ نبوت و رسالت سرورِ دو جہاں فخر کون و مہکاں حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

ہر کہ خواہد ہمنشین با خدا اوشیند در حضورِ اولیاء
پیرِ کامل صورتِ ظلِّ الہ یعنی دید پیر دیدِ کبریا

امام اربابِ طریقت، پیشوائے اہل حقیقت، واقفِ رموزِ معرفت سیدنا حضرت
علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخِ کامل وہ عالی مقام ہستی ہے کہ حضور پر نور رحمتِ عالم **محمد مصطفیٰ**
 کے لیے بھی مشاہدہ حق سے غافل نہیں ہوتا۔

اس مضمون میں سب سے پہلی آیتِ مقدسہ میں قابلِ غور یہ امر ہے کہ قرآن پاک اپنے واضح الفاظ
 میں ایسے سعادت مند انسانوں کو وسیلہ کی تلاش کا حکم دیتا ہے جو دولتِ ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں اور
 تصدیقِ قلبی کے ساتھ ساتھ احکامِ خداوندی کی پوری طرح بجا آوری سے اپنے ایماندار ہونے کا عملی ثبوت
 پیش کر چکے ہیں۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ اس آیتِ متبرکہ میں اولین خطاب اور رُوتے سخن خیر القردن
 کے اُن محترم صحابہ کرام کی طرف ہے جن کا شمار **السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ** میں ہوتا ہے اور جن کے
عُلُوٌّ مرتبت اور رفعتِ شان کا یہ عالم ہے کہ خود خداوند تعالیٰ ان کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے
لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (پ) ان کے لیے اپنے رب
 کے پاس بڑے درجے ہیں اور ان کے لیے مغفرت اور عمدہ رزق ہے، اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے **رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ مولیٰ کریم سے
 راضی ہوئے۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ ایسے برگزیدہ حضرات کو ایمان میں استحکام و مضبوطی اور عالی درجات و
 مراتب حاصل کرنے کیلئے وسیلہ کی تلاش اور اس میں مجاہدہ کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اس کے بعد حدیثِ پاک کے الفاظ **بَايَعُونِي** یعنی تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو کے واضح الفاظ
 میں بیعتِ توبہ و بیعتِ انابت کا حکم دیتا اور یہ فرمانا کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور صحابہ کرام اور صحابیات
 رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین کا لبیک کہنا خواہیدہ بختوں کی چشمِ بصیرت کو دا کرنے اور صراطِ مستقیم سے رُگردانی
 کرنے والوں کو متنبہ کرنے کے لیے کافی ثبوت ہے۔

اب آخر میں قطبِ الاقطاب، غوثِ الاغواث، خروا الافراد شہبازِ لامکانی، محبوبِ بجانِ حضرت
میراں محی الدین پیران پیر شکر الشیخ **السید عبدالقادر جیلانی** الحسنى والحسينى رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

فَلَا بُدَّ لِكُلِّ مُرِيدٍ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ شَيْخٍ عَلَى مَا بَيَّنَّا .

ترجمہ :- پس ہر مرید کے لیے پیر لازم ہے اللہ عز و جل کی رضا کے لیے نیز فرمایا پس مرید پر پکڑنے کے لیے مجبور ہے (غنیۃ الطالبین صفحہ ۶۹۱ مطبع نول کشور لاہور)

اور آپ کے اس ارشاد کی تصدیق مندرجہ ذیل حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔ "عن عبد الله ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من خلع يداً من طاعة لقي الله يوم القيامة ولا حجة له ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية۔"

ترجمہ :- جس نے امیر کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نکال لیا تو جب قیامت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس کے پاس کوئی وجہ جواز نہیں ہوگی اور جو مر گیا اور اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔"

(مشکوٰۃ شریف (بحوالہ مسلم شریف) نمبر ۳۵۰ صفحہ ۱۹۲ جلد دوم مطبع فرید بک اسٹال

۴۴، اردو بازار لاہور بٹ۔)

خلاصہ یہ ہے کہ بیعت مرشد ایک مشروع عمل ہے اور یہ امر مشہور، متواتر، اور باجماع امت ثابت ہے۔ اور مذکورہ بالا آیات قرآنی، احادیث مقدسہ، خلفاء راشدین المہدیین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بیعت کے بارہ میں نصوص قطعی کا حکم رکھتے ہیں اور ایسے مسلماً اور ثابت من النہ عمل کا ترک کرنا اہل ایمان کے لیے یقیناً موجب حرمان اور باعث خسارت ہے۔

مِنْجَانِبِ

احقر العباد (حکیم) سید امین الدین احمد قادری خوشحالی عفی عنہ

۲۳۹ شاد باغ، لاہور

تین سوالوں کا ایک جواب

ایک مجذوب شہر سے باہر بیٹھا تھا کہ وہاں سے ایک ملحد (منکر خدا) کا گذر ہوا۔ ملحد نے مجذوب سے کہا: "سائیں بابا! ایک مسئلہ تو بتاؤ۔"

مجزوب بولا: "ایک نہیں کسی پوچھ لو۔"

ملحد نے کہا: "اچھا یہ بتاؤ کہ خدا جب نظر نہیں آتا تو بن دیکھے اس کا اقرار کیوں کرتے ہو؟ دوسرے یہ کہ شیطان بھی جب آگ سے بنا ہے تو اگر اسے دوزخ کی آگ میں ڈالا گیا تو اسے اس سے کیا تکلیف ہوگی؟ تیسرے یہ کہ جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے تو پھر بندہ کیوں مجرم ہے؟"

مجزوب چپکے سے ایک ڈھیلا اٹھایا اور زور سے ملحد کے سر پر مار دیا۔ ملحد چلا اٹھا سیدھا عدالت میں گیا اور مجذوب کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ مجذوب صاحب عدالت میں بلا گئے۔ جج نے دریافت کیا: "سائیں بابا! تم نے اس مسٹر کو ڈھیلا کیوں مارا؟" مجذوب نے کہا: "میں نے اس کے تین سوالوں کا ایک ہی جواب دیا ہے۔" جج نے پوچھا: "وہ کیسے؟"

مجزوب بولا: "وہ ایسے کہ اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ خدا کا بن دیکھے اقرار کیوں کرتے ہو۔ تو آپ اس سے پوچھے کہ ڈھیلا لگنے سے جو اسے درد ہو رہا ہے کیا وہ اسے دکھائی دیتا ہے؟" ملحد نے کہا: "درد نظر نہیں آتا بلکہ محسوس ہو رہا ہے۔"

مجزوب نے کہا: "تو یہی میرا جواب ہے کہ خدا نظر تو نہیں آتا مگر اپنی قدرتوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔" مسٹر کا دوسرا سوال یہ تھا کہ جبکہ شیطان آگ سے بنا ہے اسے دوزخ کی آگ سے کیا تکلیف ہوگی کیونکہ وہ بھی آگ۔ یہ بھی آگ۔!

تو اس کا جواب بھی میرا یہی ڈھیلا ہے۔ اب آپ اس سے پوچھیے کہ ڈھیلا کس چیز سے بنا ہے؟" ملحد نے کہا: "مٹی سے۔"

مجزوب: "اور تم کس چیز سے بنے ہو؟" ملحد: "مٹی ہی سے۔"

مجزوب: "تو جس طرح مٹی نے مٹی کو مجروح اور بے چین اور تکلیف میں ڈال دیا ہے اسی طرح آگ بھی آگ کو تکلیف دے گی۔" ملحد: "دو باتیں تو سمجھ میں آگئیں مگر تیسرا سوال ابھی باقی ہے کہ جب سب کچھ خدا ہی کرتا ہے تو پھر بندہ مجرم کیوں؟" مجذوب: "تو پھر تمہیں یہ ڈھیلا بھی تو خدا ہی نے مارا میرے خلاف دعویٰ کیوں؟"

ملحد: "یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ بندے کا بھی کچھ اختیار ہے۔"

مجزوب: "اور اسی اختیار کی وجہ اچھے برے کام کا ذمہ دار ہے۔" جج نے منہس کر مقدمہ خارج کر دیا۔

(ماہنامہ انوارِ حقیقیہ)